حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط

۲- محاذ عراق وعجم

از

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق
(استاذ ادبیات عربی - دہلی یونی ورسٹی)

(۶)

۵۳- سعد بن ابی وقاص اور فوجیوں کے نام

[ذیل کا خط عقد الفرید میں بیان ہوا ہے، اس کتاب کے مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ یہ خط سعد کو کہاں موصول ہوا اور نہ یہ کہ اس کے راوی کون ہیں، تاہم خط کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ سے قادسیہ سفر کے دوران میں کسی مرحلہ پر سعد کو ملا۔ جہاں تک مجھے علم ہے کسی دوسری مطبوعہ قدیم تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور یہ بات جہاں تعجب خیز ہے شک انگیز بھی ہے؛ بہر حال یہ حضرت عمرؓ کا (جو مختصر نویس مشہور ہیں اور غالباً تھے بھی) سب سے لمبا خط ہے اور اس کا مضمون عالی وفوجی اقدار پر مشتمل ہے -]

میں تم کو اور تمہاری فوج کو تاکید کرتا ہوں کہ

(۱) ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہیں کیوں کہ خدا کا خوف دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار اور جنگ کی سب سے مؤثر چال ہے -

(۲) تم اور تمہاری فوج دشمن سے جتنے چوکنا رہیں اس سے زیادہ "معاصی" سے ہوشیار رہیں کیوں کہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا خود اپنے معاصی سے پہنچتا ہے

(۳) مسلمانوں کی فتح کا راز یہ ہے کہ ان کا دشمن گرفتارِ "معاصی" ہے، اگر ایسا نہ ہو تو ہم دشمن پر

فتح نہ پاسکیں، کیوں کہ ہماری تعداد اس سے کم ہے اور ہمارے ہتیار اس کے ہتیاروں سے گھٹیا ہیں اگر "معاصی" میں ہم دشمن کے برابر ہوں تو وہ قوت میں ہم سے بڑھ جائے گا اور اگر ہم اپنی راستبازی کی قوت سے اس پر غلبہ نہ پاسکیں تو اپنی فوجی قوت سے یقیناً نہیں پاسکیں گے۔

(۴) تم کو یاد رہے کہ خدا کی طرف سے ایسے فرشتے مامور ہیں جو تمہارے چال چلن پر نظر رکھتے ہیں، جن کو تمہارے ہر فعل کا علم ہوتا ہے، ان سے غیرت کرو اور خدا کی نافرمانی (معاصی) سے بچتے رہو۔

(۵) یہ نہ کہو کہ دشمن چوں کہ برا ہے اس لئے کبھی ہم پر فتح نہ پاسکے گا کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض قوموں پر ان سے بڑی قومیں غالب آجاتی ہیں جس طرح مجوسی کافر بنو اسرائیل پر غالب آگئے جب کہ بنو اسرائیل نے نافرمانیوں سے خدا کو ناراض کیا، فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا۔

(۶) خدا سے دعا مانگو کہ تمہارے اندر "معاصی" سے بچنے کی طاقت پیدا ہو اور یہ دعا اسی خلوص سے ہو جس سے دشمن پر فتح پانے کی دعا مانگتے ہو، میں بھی اپنے اور تمہارے لئے خدا سے یہ دعا مانگتا ہوں۔

(۷) کوچ کی حالت میں فوج کے آرام کا خیال رکھو اور اتنا زیادہ ان کو نہ چلاؤ کہ تھک جائیں

(۸) ایسی جگہ ٹھہرنے سے ان کو نہ روکو جہاں سہولت و آرام ہو، تاکہ وہ جب دشمن سے مقابل ہوں تو ان کی توانائی بحال ہو، وہ ایک ایسے دشمن سے لڑنے جارہے ہیں جو گھر میں بیٹھا ہے اور جس کے سپاہی اور جانور تازہ دم ہیں۔

(۹) دوران کوچ میں ہر ہفتہ ایک دن اور ایک رات قیام کرو تاکہ فوج کو آرام ملے اور وہ اپنے ہتیار اور سامان درست کرسکیں۔

(۱۰) جن لوگوں سے تم صلح کر دیا جو جزیہ دے کر تمہاری پناہ میں آجائیں، ان کی بستیوں سے دور پڑاؤ ڈالو، اور کسی کو ان بستیوں میں نہ جانے دو سوائے اس شخص کے جس کی سیرت پر تم کو پورا

پورا بھروسہ ہو۔

(۱۱) تمہارا کوئی سپاہی یا فوجی افسر بستی والوں کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ نہ کرے، کیونکہ تم نے ان کی حفاظت ان کی جان مال اور آبرو کے احترام کا ذمہ لیا ہے اور یہ ایک آزمائش ہے جس طرح اپنے مواخذات سے عہدہ برآ ہونے کی ذمہ داری ان کے (یعنی ذمیوں اور اہل معاہدہ) کے لئے ایک آزمائش ہے، جب تک وہ اس ذمہ داری کو خوبی سے انجام دیتے رہیں،؎

(۱۲) جن لوگوں سے تم نے صلح کی ہو ان پر ظلم و ستم کر کے دشمن پر فتح پانے کی خواہش نہ کرو۔

(۱۳) جب دشمن کے علاقہ میں پہنچو تو تحقیق حال کے لئے جاسوس بھیجو اور دشمن کے حالات سے پوری طرح باخبر رہو۔

(۱۴) تمہارے پاس جاسوس اور مشورہ کے لئے ایسے عرب یا مقامی غیر عرب ہوں جن کی نیک نیتی اور حق گوئی پر تم کو اعتماد ہو، کیوں کہ عادۃً جھوٹا اگر سچی خبر بھی لائے تو تم کو اس سے فائدہ نہ ہوگا، اور دھوکہ باز تمہارے خلاف جاسوسی کرے گا نہ کہ تمہارے حق میں۔

(۱۵) دشمن کے علاقہ سے قریب پہنچ کر تم کو چاہیئے کہ ادھر ادھر رسالے بھیجو، اور دشمن اور اپنے درمیان دستے پھیلا دو، یہ دستے رسد اور فوجی اہمیت کی چیزوں کو دشمن تک پہنچنے سے باز رکھیں، اور رسالے دشمن کی دفاعی خامیاں دریافت کریں۔

(۱۶) رسالوں کے لئے ایسے لوگ منتخب کرو جو بہادر اور صائب رائے ہوں اور ان کو تیز رفتار گھوڑے دو۔

(۱۷) دستوں میں ایسے لوگ ہوں جن کو جہاد کی لگن ہو اور جو تلواروں کے نیچے پامردی سے ڈٹے رہیں۔

(۱۸) رسالوں اور دستوں کے انتخاب میں ذاتی دلچسپی کو دخل نہ دو، کیوں کہ ایسا کرنے سے تمہارے مشن کو جو نقصان پہنچے گا اور تمہاری لیاقت پر جو حرف آئے گا وہ اس فائدہ سے کہیں زیادہ ہوگا جو دوستوں کے ساتھ رعایت کرنے سے ممکن ہے۔

(۱۹) رسالے اور دستے اسی سمت کو بھیجو جہاں ان کے شکست کھانے، نقصان اٹھانے

؎ تمہارا فرض ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو

یا تباہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۲۰) جب دشمن تمہارے سامنے آئے تو اپنی بکھری ہوئی فوجیں، رسالے اور دستے سب اپنے قریب جمع کر لو اور اپنی قوت اور چالوں سے کام لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(۲۱) جب تک دشمن خود حملہ آور نہ ہو، لڑنے میں جلدی نہ کرو، تاکہ تم اس کی فوجی خامیوں اور دفاعی کمزوریوں سے واقف ہو سکو اور اپنے گرد و پیش سے مقامی باشندوں کی طرح باخبر ہو جاؤ، اس واقفیت کے بعد تم اُس بصیرت سے لڑ سکو گے جس سے دشمن لڑنے پر قادر ہوگا۔

(۲۲) اس کے علاوہ تم اپنی فوج پر پہرہ دار مقرر کرو اور حتی المقدور شب خون سے چوکنا رہو۔

(۲۳) اگر کوئی ایسا قیدی جس کو امان نہ دی گئی ہو تمہارے پاس لایا جائے تو اس کی گردن مار دو تاکہ دشمن کے دل میں ڈر بیٹھ جائے، اللہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا نگہبان ہے اور اُسی کی مدد پر فتح کا دارومدار ہے[1] (عقد الفرید، ابن عبد ربّہ، مصر ۱۹۱۳، ۱/ ۶۷ - ۶۸)

۵۴ - سعد بن ابی وقاص کے نام

[سعد نے فتح قادسیہ کے بعد مرکز کو خوش خبری کا خط بھیجا اور اس میں لکھا کہ جنگ ختم ہونے کے دوسرے دن شام سے سات سو ستر مجاہدوں کی کمک وارد ہوئی ہے، میں نے ان کو مالِ غنیمت میں شریک نہیں کیا اور اس باب میں آپ کی رائے کا منتظر ہوں، جواب میں حضرت عمر نے لکھا]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سلام علیک، میں اس معبود کا سپاسگذار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے نبی محمدؐ پر درود بھیجتا ہوں، تمہارا خط ملا، اس فتح کے لئے خدا کا بہت بہت شکرگذار ہوں جو تمہارے ہاتھوں اس نے ہم کو عطا کی، خدا نے مجھ کو تمہارا حاکم اعلیٰ

[1] یہ خط نہایت الأرب نُویری (مصر، ۶/ ۱۶۸ - ۱۶۹) جواہر الادب، احمد ہاشمی بک (مصر، ۱/ ۱۷۷) اور عصر القرآن، محمد مہدی بصیر (بغداد ص ۴۴-۴۵) میں بھی نقل ہوا ہے، مگر ماخذ سب کا عقد الفرید ہے جسے اسپین کے ادیب ابن عبد ربہ نے چوتھی صدی ہجری میں تصنیف کیا۔

بنا کر میری آزمائش کرنا چاہی ہے، جس طرح تم کو میرا ماتحت کر کے تمہاری آزمائش کرنا چاہی ہے، وانی واللہ لا احصی شیئاً من امورکم فاعلمہٗ واما اذا جتمع صلح (؟) جب حاکم ہمدرد ہو اور رعایا اس کی خیر اندیش تو حاکم کا فرض ہے کہ رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور رعایا کا فرض ہے کہ وہ اس برتاؤ کی قدر کرے اور حاکم کی شکر گزار ہو، مالِ غنیمت ان لوگوں کا حق ہے جو جنگ میں شریک ہوں، اور جو لوگ بطور کمک جنگ ختم ہونے کے تین دن کے اندر آئیں ان کو بھی مالِ غنیمت کا کچھ حصہ ملنا چاہیئے۔ تمہارے غلام اور موالی اگر جنگ شروع ہونے کے تین دن کے اندر شریک ہوں تو وہ بھی مال غنیمت سے حصہ پائیں گے۔ جو مال و متاع بطور غنیمت تمہارے قبضہ میں آئے اس کی تقسیم انصاف سے کرو۔[لہ]

۵۵۔ سعد بن ابی وقاص کے نام

[زُہرہ بن حَویّہ جُشمی سعد کے مقدمۃ الجیش کے ایک نوعمر، نڈر، اور چابک دست کمانڈر تھے۔ ہر خطرہ میں گھس جاتے تھے، تلوار بازی اور تیر اندازی میں ان کو غیر معمولی مہارت تھی۔ جنگ قادسیہ میں بہت سے ایرانی ان کی تلوار کا شکار ہوئے، ان میں ایک بہت بڑا فوجی افسر جالینوس تھا، زُہرہ نے اس کی وردی اور ہتیار اُتار لئے، وردی پر اتنا قیمتی کام تھا کہ کہا جاتا ہے اس کی قیمت ستر ہزار درہم (تقریباً چالیس ہزار روپے) تھی۔ زُہرہ وردی پہن کر سعد کے پاس آئے تو سعد نے وردی اتار لی اور ترشی سے کہا کہ تم نے میری اجازت کا بھی انتظار نہ کیا اور وردی پر قابض ہو گئے۔ زہرہ کو یہ سختی ناگوار ہوئی اور انھوں نے شکایت کا خط مرکز کو لکھا اور سعد نے بھی زُہرہ کی بے ضابطگی اور اس قدر قیمتی وردی پر تن تنہا قابض ہونے کی شکایت کی تو حضرت عمر نے ذیل کا خط لکھا۔]

"تم زُہرہ جیسے شخص سے اُلجھے، حالاں کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اس نے جنگ کی آگ میں کیسی کیسی لپیٹیں کھائی ہیں اور ابھی یہ آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے۔

لہ فتوح الشام واقدی مصر، ذکر فتوحات عراق، ۱۱۵/۲)

(۳) سخت گیری سے اُس کا حوصلہ نہ توڑو اور نہ اُس کا دل بُرا کرو۔

(۴) وردی اور ہتیار جو اس نے جالینوس کو مار کر لئے ہیں بحال کر دو اور اُس کو دوسرے مجاہدینِ قادسیہ سے پانچ سو درہم زیادہ عطار (سالانہ تنخواہ) دو۔[1]

۵۶ و ۵۷ سعد بن ابی وقاص کے نام

[ذیل کے دو خط سعد کے ان دو مراسلوں کے جواب میں ہیں جن میں انھوں نے فتح قادسیہ کے بعد حضرت عمر سے مشورہ کیا تھا کہ سواد کے رئیسوں اور کاشتکاروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ پہلے مراسلہ میں انھوں نے لکھا:— سواد کے بعض رئیس دعوی کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے خالد اور مثنیٰ کے فتوحات کے زمانہ میں ان سے معاہدے کئے تھے، مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے خالد اور مثنیٰ سے معاہدہ کرنے والے سارے رئیس باستثنار، بانقیار، باسما، اور الّیس الآخرة، معاہدے توڑ کر باغی ہو گئے تھے۔ ان رئیسوں کا دعویٰ ہے کہ ایرانیوں نے ان کو عہد شکنی اور مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کیا، تاہم نہ تو وہ ہم سے لڑے اور نہ اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگے۔ دوسرے مراسلہ کا مضمون یہ تھا:— اہلِ سواد جنگ کے زمانہ میں گھر بار چھوڑ کر محفوظ جگہ چلے گئے تھے اور ایک جماعت نے مدائن میں پناہ لی تھی۔ جنگ کے بعد متعدد رئیس ہمارے پاس آئے جنہوں نے پاسِ عہد کیا تھا اور ہمارے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، ہم نے ان کے وہ معاہدے جو انھوں نے ہمارے پیش رو مسلمانوں (یعنی خالد اور مثنیٰ) سے کئے تھے مشروط طور پر بحال کر دیئے ہیں۔ بتلایئے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے جو

(۱) معاہدوں پر قائم رہے۔

(۲) جو گھر بار چھوڑ کر چلے گئے۔

(۳) جو دعوی کرتے ہیں کہ ان کو عہد شکنی اور لڑنے پر مجبور کیا گیا مگر وہ نہ تو بھاگے اور نہ لڑے۔

(۱۳۵/۲ [illegible])

---

[1] حضرت عمر نے ۱۵ھ میں مجاہدین بدر کی سالانہ تنخواہ ۵ ہزار درہم سالانہ مقرر کی تھی، اور مجاہدین قادسیہ کی دو ہزار سالانہ، مگر جن لوگوں نے اس جنگ میں غیر معمولی کرتب کھائے تھے، ان کو پانچ سو درہم زیادہ دیئے گئے یعنی ڈھائی ہزار سالانہ، ایسے

(۴) جو مقیم رہے اور جزیہ دینے کو تیار ہیں۔ امیر المؤمنین ہم ایک بڑے دل نشین اور سرسبز ملک میں ہیں جہاں کی بستیاں اور اراضی جنگ کے زیر اثر اجڑ گئی ہیں، ہماری رائے ہے کہ اہل سواد کی دل جوئی کی جائے اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کیا جائے، اس سے سواد کی زراعت اور خوش حالی قائم رہے گی اور دشمن کے حوصلے بھی پست ہو جائیں گے۔"]

حضرت عمر نے خط پا کر ایک عام جلسہ میں تقریر کی اور حاضرین کو دونوں مراسلوں کے مضمون سے آگاہ کر کے ان کی رائے معلوم کی، عمائدین صحابہ نے کہا: جو معاہد رئیس اپنے اپنے علاقوں میں رہے ہوں اور انھوں نے ایرانیوں کے ساتھ تعاون نہ کیا ہو، ان سے جو معاہدے کئے گئے ہوں وہ برقرار رکھے جائیں۔

(۲) جو معاہد اس بات کے مدعی ہوں کہ ان کو ایرانیوں نے نقض عہد اور جنگی تعاون پر مجبور کیا مگر انھوں نے نہ عہد توڑا اور نہ جنگی مدد دی، ایسے لوگوں کے حق میں اگر شہادت مل جائے تو ان کے معاہدوں کو بھی برقرار رکھا جائے اور اگر شہادت ان کے خلاف ہو تو معاہدوں کو منسوخ کر دیا جائے اور ان سے نئے معاہدے کئے جائیں۔

(۳) جو لوگ گھر بار چھوڑ کر چلے گئے ہوں ان کے معاملہ میں مسلمانوں کو اختیار ہے کہ چاہے ان سے مصالحت کر کے جزیہ گذار بنالیں یا ان کی اراضی و املاک پر خود قابض ہو جائیں۔

(۴) جو لوگ اپنے گھر مقیم رہے ہوں اور مسلمانوں کی سیادت تسلیم کریں ان پر جزیہ لگایا جائے ورنہ ان کو گھر بار چھوڑ کر جلا وطن ہونے پر مجبور کیا جائے۔

پہلے مراسلہ کا جواب

"واضح ہو کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہر معاملہ میں انسان کو (بشرط مجبوری) ترک و اخذ کا حق دیا ہے مگر دو معاملے اس سے مستثنیٰ ہیں: — انصاف، اور خدا کی یاد۔ خدا کی یاد میں کسی انسان کو کسی حال میں ترک و اخذ کا حق نہیں ہے، کیوں کہ خدا چاہتا ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا جائے۔ انصاف کے معاملہ میں بھی کسی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک کے ساتھ انصاف کرے اور ایک کے

ساتھ نہ کرے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ عزیز و بے گانہ، دوست و دشمن، مصیبت و شادمانی، ہر شخص اور ہر حال میں انصاف سے کام لے۔ انصاف اگرچہ زم نظر آتا ہے، مگر اس میں ظلم و باطل کے توڑنے اور خدائی نافرمانی کو رد کرنے کی بے پناہ قوت ہے۔

(۲) جو اہلِ سواد معاہدے پر قائم رہے ہوں اور انھوں نے کسی طرح تمہارے خلاف کاروائی نہ کی ہو تو وہ تمہاری امان میں ہیں اور ان سے جزیہ وصول کیا جائے۔

(۳) جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عہد شکنی پر مجبور کیا گیا، مگر انھوں نے تم سے نہ تو جنگ کی نہ جلاوطن ہوئے، تو تم کو اختیار ہے چاہے ان کا دعوی مان لو اور چاہے اس کو رد کر کے مزعومہ معاہدوں کو برقرار نہ رکھو اور ان کو ایرانی علاقہ میں پہنچا دو۔

دوسرے مراسلہ کا جواب

جو رئیس اپنے علاقوں میں مقیم رہے ہوں اور ان سے معاہدے نہ ہوئے ہوں ان کے ساتھ اہلِ معاہدہ کا سا معاملہ کیا جائے، کیوں کہ وہ گھر بار چھوڑ کر نہیں گئے اور نہ انھوں نے تمہارے خلاف کوئی کارروائی کی۔

(۲) جن کاشتکاروں کا طرز عمل یہ رہا ہو ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جائے۔

(۳) جو رئیس دعوی کریں کہ ان سے معاہدے کئے گئے تھے (اور انھوں نے تمہارے خلاف ایرانیوں کے ساتھ تعاون نہ کیا ہو) اور ان کے دعوی کی تائید میں ثبوت فراہم ہو تو وہ بھی جزیہ دے کر مسلمانوں کی امان میں رہیں گے اور اگر ثبوت ان کے خلاف بہم ہو تو اُن کے پرانے معاہدے منسوخ کر دئے جائیں اور ان سے نئے معاہدے کئے جائیں۔

(۴) جن رئیسوں نے ایرانیوں کے ساتھ تعاون کیا ہو اور گھر بار چھوڑ کر چلے گئے ہوں تو ان کے معاملہ میں تم کو خدا کی طرف سے اختیار ہے کہ ان کو بلا کر ان کی اراضی اور املاک لوٹا دو، اور وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کی امان میں رہیں، اور اگر وہ واپس آنا پسند نہ کریں تو ان کی اراضی و املاک آپس میں بانٹ لو۔[1]

---

[1] طبری ۴/ ۲۰۵۶

۵۸۔ سعد بن ابی وقاص کے نام

[قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج، بلاذری نے فتوح البلدان اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت عمرؓ کا ایک خط نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے سواد فتح کرکے مطالبہ کیا تھا کہ وہاں کی اراضی اور باشندے ان کی ملک میں دے دیئے جائیں، مگر حضرت عمرؓ نے یہ مطالبہ نہ مانا اور ذیل کا خط لکھا۔]

"تمھارا خط ملا، تم نے لکھا ہے کہ مسلمان وہ اراضی آپس میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں جس کو انھوں نے بزورِ شمشیر فتح کیا ہے۔

(۲) میرا یہ خط پاکر دیکھو کہ مسلمان تمہارے لشکر میں شکست خوردہ دشمن کا کیا سامان اور مویشی لائے ہیں، اس سامان کو خُمس نکال کر لشکر پر تقسیم کردو۔

(۳) اور اراضی، دریاؤں اور نہروں کو ان لوگوں کے پاس چھوڑ دو جو ان کو کاشت کرتے رہے ہیں، تاکہ ان سے جو خراج وصول ہو وہ مسلمانوں کی تنخواہوں اور وظیفوں میں دیا جا سکے، اگر تم نے سواد کی اراضی فوج میں تقسیم کردی تو بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے کچھ نہ بچے گا۔

(۴) میں نے تم کو ہدایت کی تھی کہ جب کسی قوم سے مقابل ہو تو لڑنے سے پہلے اس کو اسلام کی دعوت دو۔

(۵) اور یہ کہ جو شخص جنگ سے پہلے دعوت قبول کرلے گا اس کی حیثیت دوسرے مسلمانوں کی سی ہوگی، اس کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مسلمانوں پر عاید ہیں، اور اس کو مال غنیمت میں حصہ بھی ملے گا۔

(۶) اور جو شخص جنگ اور شکست کے بعد اسلام لائے گا، اس کی حیثیت بھی مسلمان کی سی ہوگی، لیکن اس کی دولت کے مالک مسلمان ہوں گے، کیوں کہ اسلام لانے سے پہلے اس کی دولت مسلمانوں کی ملک ہو چکی ہے[1]۔"

---

[1] اس خط کا مابین القوسین حصہ فتوح البلدان اور تاریخ دمشق میں نہیں ہے، یہ پورا خط کتاب الخراج سے لیا گیا ہے۔

۵۹۔ سعد بن ابی وقاص کے نام

[جسر کی شکست میں چار ہزار مسلمان قتل اور غرق ہوئے، دو ہزار بھاگ کر صحراؤں اور مدینہ میں چھپ گئے اور مثنیٰ بن حارثہ کے پاس صرف تین ہزار کی جمعیت رہ گئی، ایرانیوں سے نمٹنے کے لئے انھوں نے مرکز سے کمک طلب کی، حضرت عمرؓ نے یمن کے قبیلہ بجیلہ کو جو اس وقت مدینہ آیا ہوا تھا، مثنیٰ کی مدد کو بھیجنا چاہا مگر ان کو عراق کی بجائے شام جانے پر اصرار تھا، اس کی ایک وجہ تو یہ بھی جسر کی تباہی سے لوگ ڈرے ہوئے تھے، اور دوسرے شام کے محاذ پر یمن کے بہت سے قبیلے جا چکے تھے اور بجیلہ اپنے ہم نسب قبائل کے ساتھ رہنے کے خواہش مند تھے، وقت کے شدید تقاضہ کے زیر اثر حضرت عمرؓ نے بجیلہ کو ایک رعایت دے کر عراق کی طرف مائل کرنا ضروری سمجھا انھوں نے جریر سے کہا جو بجیلہ کے لیڈر تھے کہ اگر تم عراق کے محاذ پر چلے جاؤ تو تمھیں اور تمہارے قبیلہ کو فتوحات کے خمس کا چوتھائی حصہ دیا جائے گا، قبیلہ نے یہ پیشکش منظور کی۔ یہ تو طبری (۴/۷۰) کے راویوں کا قول ہے، اس کے علاوہ ایک روایت جسے فتوح البلدان (ص ۲۶۷) نے نقل کیا ہے اور جس کی بنیاد پر ذیل کا خط وارد ہوا ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے مفتوحہ اراضی و غنائم کے چوتھائی حصہ کا وعدہ کیا تھا، اور ایک تیسری روایت تو یہاں تک ہے کہ تین برس تک قبیلہ بجیلہ کو سواد کا چوتھائی خراج بھی دیا جاتا رہا تھا کہ حضرت عمرؓ نے جریر کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ سارے مسلمانوں کے حق میں اس آمدنی سے دستبردار ہو جائیں اور وہ ہو گئے۔ جلولاء میں ایرانیوں نے دوسری بڑی شکست کھائی اور سواد کا سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تو بجیلہ نے فتوحات کا چوتھا حصہ طلب کیا، سعد نے اس کی اطلاع مرکز کو دی تو یہ خط آیا۔]

"اگر جریر یہ سمجھتے ہوں کہ ان کی فوج اور انھوں نے "مؤلفۃ القلوب" کے خاص حصہ کی خاطر جنگ کی تھی تو ان کو یہ حصہ دے دو، اور اگر انھوں نے جنگ اسلام کی خاطر اور انعام ایزدی کے حصول کے لئے کی تھی، تو وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ہیں، ان کو وہی فوائد حاصل ہوں گے جو

دوسرے مسلمانوں کو ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو دوسرے مسلمانوں پر ہیں۔"

۶۰ - قُطبہ بن قتادہ سدُوسی کے نام

[جب خالد بن ولید یمامہ سے چل کر فرات کے آس پاس کا ایرانی علاقہ فتح کرتے ہوئے حیرہ روانہ ہوئے تو انھوں نے ایک عرب سردار قُطبہ بن قتادہ سدُوسی کو دِجلہ و فرات کے دہانہ کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا تھا، قُطبہ کے پاس فوج کم تھی، پھر بھی وہ ایرانی بستیوں اور استحکامات پر چھاپے مارتے رہتے تھے جس طرح مثنیٰ بن حارثہ حیرہ کے اطراف میں چھاپے مار رہے تھے، ۱۲ھ میں انھوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اگر آپ تھوڑی سی فوج بھیج دیں تو میں آس پاس کے ایرانیوں کو مار بھگاؤں جواب میں حضرت عمرؓ نے ذیل کا خط لکھا۔]

"تمہارا خط موصول ہوا، تم نے لکھا ہے کہ تم آس پاس کے فارسیوں پر حملے کر رہے ہو تمہاری یہ کارروائی مناسب ہے، جب تک میرے پاس سے مزید ہدایات آئیں اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور خوب چوکنا رہو کہ تمھارے ساتھیوں کو دشمن کے ہاتھوں کوئی نقصان نہ پہنچے۔" (طبری ۴/ ۱۵۰)

۶۱ - عُتبہ بن غزوان کے نام

[اُبلّہ ۱۴ھ میں صحابی عُتبہ بن غزوان کی قیادت میں فتح ہوا، یہ اہم بندرگاہ دِجلہ اور فرات کے دہانہ کے پاس بصرہ سے کوئی چودہ[۱۴] میل شمال مشرق میں خلیج فارس پر واقع تھا، جہاں ہندوستان، جزائر ہند اور چین سے تجارتی جہاز آتے تھے، اس پر فارسیوں کا قبضہ تھا، یہاں کے مال غنیمت سے ایک شخص کو حصہ میں ایک بڑی دیگچی ملی جو پیتل کی خیال کی گئی مگر واقعۃً سونے کی تھی، جب حقیقت حال کا علم عُتبہ کو ہوا تو انھوں نے حضرت عمرؓ سے استفسار کیا کہ آیا دیگچی واپس لے لی جائے یا پانے والے کے پاس رہنے دی جائے۔

(فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۴)

اگر سلمہ (دیگچی پانے والے کا نام) خدا کی قسم کھا کر کہے کہ اس نے دیگچی کو پیتل کا سمجھ کر لیا تھا تب تو اس کے حق میں بحال رکھی جائے، ورنہ اس کو مسلمان آپس میں بانٹ لیں۔" (طبری ۴/ ۱۵۲)